باب#۱۲۰

# اہلِ ایمان کو یہود سے معاملات میں رہ نمائی

سُورَةُ الْبَقَرَة [ آیات: ۱۰۴ تا ۱۲۳]


۱۹۴ یہود کی چرب زبانی

۱۹۵ تورات کی جگہ نئی شریعت کیوں

۱۹۶ یہود کے ساتھ معافی اور درگزر

۱۹۷ نماز کی اقامت اور اللہ کی راہ میں خرچ

۱۹۸ نجات پر کس کی اجارہ داری ہے

۲۰۰ یہود کا فرقہ واریت کی بنیاد پر عبادت گاہوں کی تعمیر

۲۰۲ یہود اور نصاریٰ ایمان نہیں لائیں گے

باب#۱۲۰

# اہلِ ایمان کو یہود سے معاملات میں رہ نمائی

سُوۡرَةُ الۡبَقَرَة [ آیات: ۱۰۴ تا ۱۲۳]

ہجرت سے قبل یثرب میں آباد عرب باشندے [اوس و خزرج] باوجود بہر طور فائق ہونے کے، یہود کی علمی موشگافیوں اور لفّاظی سے بڑے مرعوب تھے۔ اِن کے تعویذ گنڈوں سے فائدہ بھی اُٹھاتے اور اِن سے دعائیں بھی کراتے یہاں تک کہ بعض منّتیں اس طرح مانی جاتیں کہ اگر بات پوری ہوگئی تو اپنے ہونے والے بیٹے کو یہودی بنا دیں گے۔ سورۃ البقرہ میں پچھلا بیان یہود کی تاریخ کی طویل بداعمالیوں اور بدعہدیوں کے تذکرے کے بعد اس حسرت پر ختم ہوا تھا کہ کاش یہ یہود ایمان لے آتے اور پرہیزگاری پر آمادہ ہوتے [وَلَوۡ أَنَّهُمۡ آمَنُوا وَاتَّقَوۡا] اگلی آیات سے اِن کی بداعمالیوں اور بدعہدیوں کے تذکرے کو جاری رکھنے کے ساتھ اہلِ ایمان کو اِن سے ہشیار رہنے اور اِن سے معاملہ کرنے کے بارے میں رہ نمائی بھی ہے۔

## یہود کی چرب زبانی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَ قُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَ اسۡمَعُوۡا ؕ وَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۰۴﴾ اے ایمان والو، اللہ کے رسول کی توجہ چاہنے کے لیے منافقین اور یہود کی مانند رَاعِنَا نہ کہا کرو، بلکہ اُنظُرنَا کہو[۱۱۸] اور اللہ کے رسول جب کچھ کہیں تو بہت توجّہ سے سنو، رَاعِنَا کہہ کر رسول کا دل

۱۱۸ عربی زبان میں دورانِ گفتگو مخاطب / مقرر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے دو الفاظ مستعمل ہیں رَاعِنَا اور اُنظُرنَا پہلے کے معانی ہیں "ہماری بھی رعایت فرمائیے.... یا...... ہماری طرف توجہ فرمائیے" مگر زبان کو کھینچ کر راعینا (راعی نا) کہنے سے معانی بن جائیں گے ہمارے چرواہے؛ جب کہ دوسرے لفظ کے معانی ہیں "ہماری جانب نظرِ عنایت ہو" رسول اللہ ﷺ کی محفل میں یہود پہلے لفظ کو بگاڑ کر پکارتے تھے اور گمان کرتے ہوں گے کہ گویا مدینے کی ریاست کو اُنھوں نے بم سے اُڑا دیا، کم نصیبوں کو نہیں معلوم تھا، اُن کی یہ حرکتیں آنے والے پانچ برسوں میں اُنھیں مدینے سے کامل بے دخلی یا قتل ہونے کی جانب لے

دکھانے اور مذاق اُڑانے والے کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ
أَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ
بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۱۰۵﴾ حق و باطل کی اِس جاری کشمکش میں یہ
بات ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ اہلِ کتاب میں سے ہوں یا بت پرست مشرکین، جن لوگوں نے بھی
محمدِ عربی ﷺ کے پیش کردہ دینِ حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ
تمھارے رب کی طرف سے تمھیں کوئی خیر نصیب ہو، چناں چہ دینِ حق کی علم برداری کے لیے
تمھارے انتخاب پر اُن کی جلن بے معنی ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی عنایت و رحمت کے لیے چن
لیتا ہے اور وہ بڑا فضل والا ہے ○

## تورات کی جگہ نئی شریعت کیوں

یہود کہتے تھے کہ تورات اللہ کی کتاب ہے تو پھر اُس کی جگہ نئی شریعت کیوں؟ اسی طرح قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے کچھ عارضی احکامات کی منسوخی یا قرآن میں آیات کا نسخ، اُن کے اعتراضات کا ہدف تھا؛ مثلاً قرآن نے رات میں کھڑے رہنے کے لیے تہجد کے دورانیے میں آدھی رات سے تخفیف کر کے اُسے تہائی رات کر دیا۔ قرآن نے بجائے ایک تفصیلی جواب کے، کہ جو بحث کا پنڈورا کھولنے کا باعث بنتا، ایک مسکت بات کہی: کیا تمھیں نہیں معلوم کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ تورات کی جگہ نئی شریعت کا معاملہ ہو یا اس قرآن ہی کی آیتوں میں ہماری جانب
سے تنسیخ اور تبدیلی کا؛ معترضین جان لیں کہ ہم جس آیت کو بھی منسوخ کر دیتے ہیں یا ذہنوں
سے محو [بھلا] کر دیتے ہیں، اس کی جگہ کوئی اُس سے بہتر لاتے ہیں یا ویسی ہی ۔ کیا تمھیں نہیں

---

جائیں گی، جو بیج بوتے رہے وہی کاٹنے پڑے۔ قرآن نے اہلِ ایمان کو رسول اللہ ﷺ کی محفلوں میں دوسرے لفظ اُنظُرنَا کو استعمال کرنے کی ہدایت کر دی۔ قرآن کا اور زمانہ نبوت میں پیش آنے والے معاملات کا کتنا گہرا تعلق تھا، قرآن میں مجلس کے اِس واقعے کے تذکرے سے سمجھا جا سکتا ہے۔

معلوم کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۱۰۷﴾ اے ایمان والو! کیا تم نہیں جانتے کہ زمین اور آسمان کی سلطنت اللہ ہی کی ہے، جس میں اللہ کے سوا کوئی تمھارا دوست ہے اور نہ مدد گار ہے منافقین اور یہود تمھارے دوست، ہمدرد یا قابلِ اتباع اہلِ دانش نہیں ہو سکتے ○ اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَـكُمۡ كَمَا سُـئِلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۱۰۸﴾ پھر کیا تم یہود کی مانند اپنے رسول سے ویسے ہی سوالات اور مطالبات کرو گے، جیسے اس سے پہلے موسیٰؑ سے کیے جا چکے ہیں؟ جس شخص نے اِس روّیے کو اپنایا گویا اُس نے تو ایمان کو کفر سے بدل لیا، پس وہ شاہراہِ ایمان، سَوَآءَ السَّبِیۡل سے بھٹک گیا ○

## یہود کے ساتھ معافی اور درگذر

یہود کے ساتھ معاملات کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت فرما رہے ہیں:...... "پس، اے ایمان والو! تم معافی اور چشم پوشی سے کام لو"... حقیقت یہ ہے کہ مدینے کے یہود کے ساتھ معاملہ کرنے میں جس بردباری اور اُن کی بے ہودہ آگ لگانے والی حرکتوں پر جس نرمی اور عفو و درگذر سے کام لیا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے مگر آج مستشرقین اور یہود تاریخ نویس بڑا شور و غوغا کرتے ہیں کہ بڑا ظلم ہوا اور انتقام کے لیے اسرائیل [Greater Israel] کے نقشے میں مدینے کو شامل دکھاتے ہیں۔ اگر حقیقت پسندی سے یہود کی سلطنتِ مدینہ کے خلاف من حیث القوم سازشوں، غداری اور احکامات اور معاہدوں کی خلاف ورزی کو پیشِ نظر رکھا جائے تو کوئی بھی انصاف پسند انسان جان سکتا ہے کہ اُن کے ساتھ کتنی رواداری اور نرمی کا سلوک کیا گیا، مدینۃ النبی ﷺ میں یہودیوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اُن کی اپنی بدعہدیوں کے باعث ہوا۔ اگر یہود خود مطالعہ کریں کہ سابقہ پوری ڈھائی ہزار کی تاریخ میں ان کے مکروہ کرتوتوں کے باعث نصاریٰ نے جو اِن کے ساتھ سلوک کیا اور سب سے آخر میں جو کچھ ہٹلر نے کیا اُس کے مقابلے میں مدینے کی ریاست کے ابتدائی پانچ برسوں میں اِن کے ساتھ جو کچھ ہوا تو وہ سوائے نرم خوئی کی ایک اعلیٰ ترین مثال کے کچھ نہیں تھا، اگر وہ خود اپنے گریبان میں جھانکیں اور دیکھیں کہ

وہ آج فلسطین میں کیا کر رہے ہیں تو انھیں اندازہ ہو گا کہ مسلمانوں نے کس طرح اللہ کی ہدایت پر ممکنہ حد تک درگذر، معافی اور چشم پوشی سے کام لیا تھا۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٩﴾ بہت سے اہل کتاب [یہود] بنی اسرائیل سے باہر نبوت چلے جانے پر محض اپنے سینوں میں حسد کی بنا پر یہ خواہش رکھتے ہیں کہ کسی طرح تمھیں ایمان کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لَوٹا دیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رسالتِ محمدیؐ کی صداقت کو وہ جان چکے ہیں۔ پس، اے ایمان والو! تم معافی اور چشم پوشی سے کام لو یہاں تک کہ اللہ خود ہی اِن کی حرکتوں پر اپنا فیصلہ نافذ کر دے، اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ○

## نماز کی اقامت اور اللہ کی راہ میں خرچ

اگلی آیہ مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہود کی چالوں سے محفوظ رہنے کا ایک بڑا ذریعہ اپنی نمازوں کو موثر بنانا اور اہتمام کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اگر یہ بات یقینی ہے کہ یہ آیات مبارکہ ہجرت کے پہلے برس کے اختتام سے قبل ہی نازل ہوئی ہیں تو اُس وقت تک ہماری اصطلاحی زکوٰۃ [سال گزرنے پر مال کا چالیسواں حصہ] تو مقرر نہیں ہوئی تھی، لہٰذا یہاں قرآن میں زکوٰۃ کی نصیحت سے مراد اللہ کی راہ میں بیش از بیش خرچ کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُس موقع پر مہاجرین کی آبادکاری، اُن کے لیے خوراک اور بود و باش، تعمیر مسجد اور متوقع جنگ کے لیے اسلحہ وغیرہ تمام ہی ایسے امور تھے کہ جن کے لیے بہت فراخ دلانہ اَنفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ درکار تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِن ضروریات کے لیے انفاق کو تجویز نہیں کیا بلکہ انفاق سے دل دنیا کی محبت سے پاک ہوتا ہے، مقصد سے محبت اتنی خالص اور مضبوط ہوتی ہے کہ اُس پر دنیاداروں [یہود] اور مارِ آستین منافقین کی باتیں اثر کے قابل نہیں رہتی ہیں۔ ایسے حالات میں، جیسے کچھ بھی مدینے کے پہلے برس تھے، آہ و زاری کے ساتھ با اہتمام مسجد میں نماز ادا کرنا اور ضروریات دین و جماعت پر دل کھول کر خرچ کرنا ایسا طرزِ عمل تھا جو نفسیاتی طور پر مسلمانوں کو یہود اور منافقین کے مقابلے کے لیے تیار کرتا اور اُن کی انشاپردازیوں اور

فلسفہ طرازیوں کو بے اثر کرتا۔ یہ مجرب نسخہ کل بھی جتنا کام یاب تھا آج بھی اتنا ہی کام یاب ہے اگر اسلامی تحریکات اس کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔

وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡہُ عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۱۱۰﴾ مخالفین [منافقین اور یہود] کی حرکتوں کے مقابلے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ زیادہ اہتمام کے ساتھ نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔ تم اپنی آخرت کی کام یابی کے لیے، جو اعمالِ صالحہ کروگے، اللہ کے پاس اُن کا مکمل ریکارڈ اور اجر پاؤگے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے ○

## نجات پر کس کی اجارہ داری ہے

یثرب میں یہود کی زبانی برس ہا برس سے آخرت جنت، دوزخ اور ایک آنے والے نبی کے تذکرے سن سن کر اوس و خزرج کے عرب باشندے، جو اب انصار کے نام سے مسلمانوں کی صف میں شامل ہو چکے ہیں، یہود کی زبانی یہ سن کر اُلجھن میں مبتلا ہو سکتے تھے کہ کیا اللہ نے کبھی یہود سے کہا ہے کہ یہود کے علاوہ جنت میں کوئی نہ جائے گا، قرآن نے کہا دلیل پیش کرو! آج بھی سارے مدعیانِ جنت سے قرآن کا یہی مطالبہ ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ جو اپنی مرضی، خواہشات اور تابع داری کو بالکلیہ اللہ کی مرضی و احکامات کے سپرد کردے صرف وہی اعمالِ صالحہ کے ساتھ جنت کا مستحق ہو سکتا ہے اور اُس وقت اللہ کا رسول اور اللہ کی کتاب مطالبہ کر رہی تھی کہ محمد ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرو اور قرآن کو اللہ کی کتاب مان لو۔ جب تک یہود محمد ﷺ کو اللہ کا رسول اور قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم نہیں کرتے کیوں کر وہ اللہ کی مرضی پر چلنے والے تسلیم کیے جا سکتے ہیں؟

وَ قَالُوۡا لَنۡ یَّدۡخُلَ الۡجَنَّۃَ اِلَّا مَنۡ کَانَ ہُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰی ؕ تِلۡکَ اَمَانِیُّہُمۡ ؕ قُلۡ ہَاتُوۡا بُرۡہَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ ان، اہلِ کتاب کا یہ بیانیہ کہ سوائے یہود و نصاریٰ کے کوئی شخص جنت میں نہ جائے گا محض ان کی جھوٹی، بچکانہ اور بے بنیاد تمنائیں ہیں، جو بلا سوچے سمجھے اِن کی زبان پر جاری ہو جاتی ہیں۔ ان سے کہو، اِس دعوے پر اپنی دلیل پیش کرو، اگر تم سچے ہو
بَلٰی ٭ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَ ہُوَ مُحۡسِنٌ فَلَہٗۤ اَجۡرُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ ۪ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ

یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ ہاں بلاشبہ جو اپنی مرضی، خواہشات اور تابع داری کو بالکلیہ اللہ کی مرضی و
احکامات کے سپرد کر دے اور اُس کی زندگی سراپا حسنِ عمل کا ایک نمونہ ہو، اُس کے لیے اُس کے
رب کے پاس اُس کا اجر ہے اور ایسے نیکوکار محسنین لوگوں کے لیے روزِ قیامت کسی خوف یا رنج کا
۱۳۶ کوئی موقع نہیں ہو گا ○ ۱۳۶ع

وَ قَالَتِ الۡیَہُوۡدُ لَیۡسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیۡءٍ ۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰی لَیۡسَتِ الۡیَہُوۡدُ عَلٰی شَیۡءٍ ۙ وَّ
ہُمۡ یَتۡلُوۡنَ الۡکِتٰبَ ؕ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ مِثۡلَ قَوۡلِہِمۡ ۚ فَاللّٰہُ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ
یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے پاس کچھ
بھی حق و صداقت نہیں یہ نرے جھوٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں کے پاس کچھ بھی حق
و صداقت نہیں یہ نرے جھوٹے ہیں اور یہ دونوں گروہ کتاب اللہ [تورات/انجیل] کی تلاوت
کرتے ہیں۔ اور اسی طرح کی بے بنیاد باتیں حجاز کے مشرک لوگوں کی بھی ہیں جن کے پاس وحی
اِلٰہی پر مشتمل کسی کتاب کا کوئی علم نہیں ہے۔ اللہ قیامت کے روز ان اختلافات کی حقیقت کھول
دے گا، جن میں لوگوں کے یہ مختلف فرقے مبتلا ہیں ۱۱۹ ○

---

۱۱۹ قرآن، اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کے علماء کے فرقہ وارانہ جھگڑوں اور گروہی طرزِ عمل کی نشان دہی کے ساتھ اُس پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ اللہ کی کتابوں کے حاملین ہونے کے باوجود ایک دوسرے پر گم راہی کا الزام لگاتے ہیں؛ اِس نشان دہی اور اظہارِ افسوس کے بعد وہ حیرت پر حیرتِ مزید کا اظہار کرتا ہے کہ مشرکینِ مکہ جن کے پاس تو کوئی کتابی علم بھی نہیں ہے، وہ بھی اِسی شور میں لے سے لے ملا رہے ہیں۔ حاملین کتاب کے درمیان گروہی نفسیات اور مفادات کے تحت اللہ کی کتاب کو جانتے بوجھتے پسِ پشت ڈال کر ضدّم ضدّا میں اپنی اپنی ہانکنے کا یہ ایک دل خراش منظر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس صورتِ حال کو نبوت کے ۱۴ویں برس میں، جب یہود سے سابقہ پیش آیا تب بیان کیا، لیکن اِن آیات کو مصحف کے بالکل ابتدائی صفحات [سورۃ البَقَرَۃ] میں درج کرا دیا، یہ شاید اس لیے کہ امتِ مسلمہ کو گوہ کے بل میں گھسنے [یہود و نصاریٰ کی پیروی کرنے] سے بچایا جائے، صد افسوس مسلمانوں کے جن فرقوں کے درمیان قال اللہ اور قال رسول اللہ کا زور شور ہے اور لوگ کتاب کا علم رکھتے ہیں توحید کے پیغام کو عام کرنے، اعلائے کلمۃ اللہ اور اظہارِ دین [......لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ.....] کے بجائے یہود و نصاریٰ کی مانند ایک دوسرے پر

## یہود کا فرقہ واریت کی بنیاد پر عبادت گاہوں کی تعمیر

اللہ کی عبادت کے لیے مساجد خالصتاً اللہ کی خوش نودی کے جذبے سے اور صرف اُسی کی عبادت کی نیت سے بنائی جائیں، اللہ کے گھر کو اللہ کے لیے ہونا چاہیے اور اُس میں اللہ کی عبادت کے لیے آنے والے کسی فرد پر، خواہ وہ آپ سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ رکھتا ہو کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ قرآن فرقہ بازی میں مصروف لوگوں کا یہ مقام متعین کرتا ہے کہ "ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ مساجد میں قدم تک نہ رکھیں اور اگر اللہ کی عبادت کے لیے اُن میں داخل ہوں تو ڈرتے ہوئے ہوں" افسوس یہ ہے کہ آج مساجد کو آمدنی کا ذریعہ بنا کر اِسی قبیل کے لوگوں کی مساجد پر اجارہ داری ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اِن اختلافات کے سبب دوسروں کے ہاتھوں اللہ کے لیے بنائی گئی سجدہ گاہوں میں اللہ کے ذکر سے روکے اور محض اس لیے کہ مخالف فرقے کے ہاتھوں تعمیر ہوئی ہیں، مساجد کی بربادی کے درپے ہو؟ ایسے فسادی اور جاہل لوگ اس قابل ہیں کہ عبادت گاہوں میں قدم تک نہ رکھیں اور اگر اللہ کی عبادت کے لیے اُن میں داخل ہوں تو ڈرتے ہوئے داخل ہوں ۔ ایسے جھگڑالو، فسادی اور انا پرست لوگوں کے لیے تو دنیا میں بھی ذلت ورسوائی ہے اور آخرت میں زبردست عذاب ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ یہود و نصاریٰ کے درمیان شرقی جانب یا غربی جانب، قبلے کا تنازع ایک فضول لایعنی جھگڑا ہے۔ اور مشرق اور مغرب دونوں کا مالک اللہ ہی ہے ۔ تو جدھر بھی تم رُخ کرو گے، اسی طرف اللہ کی موجودگی اور رضا کو پاؤ گے، اللہ بڑی وسعت اور

---

گروہی مفادات اور اپنی جھگڑالو نفسیات کے زیرِ اثر گم راہی کے طعنے لگانے کے کارِ بے کار کے علاوہ کوئی کار آمد مصروفیت نہیں پاتے، رہے وہ جن کے پاس نہ کتاب کا علم ہے نہ حدیث کا وہ بھی لے میں لے ملاتے ہیں۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم

علم والا ہے ○ وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ بَلۡ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ کُلٌّ لَّہٗ
قٰنِتُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾ یہ حاملینِ کتاب کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ یقیناً اللہ ان علائق اور اس طرح کی
باتوں سے بَری ہے[120] بلکہ، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اُسی کا ہے، ہر چیز بے جان ہو یا ذی
روح، اُسی کی تابع فرمان ہے ○

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۱۱۷﴾ وہ آسمانوں
اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے، اور جب کسی کام کو کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کہہ دیتا
ہے کہ ہو جا اور وہ کام ہو جاتا ہے ○ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ لَوۡ لَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوۡ تَاۡتِیۡنَاۤ اٰیَۃٌ ؕ
کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّثۡلَ قَوۡلِہِمۡ ؕ تَشَابَہَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ قَدۡ بَیَّنَّا الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ
یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾ اور نادان مشرکین کہتے ہیں کہ اللہ براہِ راست ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا
ہمارے پاس ہم کو ایمان پر مجبور کر دینے والی کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ ایسے ہی ڈائیلاگ
(dialogue) ان سے پہلے گزری قوموں کے بڑے لوگ بھی بولتے تھے۔ ساروں، اگلے
پچھلے اور موجودہ جاہلیت کے ماروں کی ذہنی ساخت ایک جیسی ہے۔ نشانی کا مطالبہ کیا ہی عجیب
ہے کہ ایمان کی جانب میلان رکھنے والوں کے لیے تو ہم آفاق و انفس میں موجود نشانیاں کھول
کر بیان کر چکے ہیں، جن پر متکبر جاہل غور نہیں کرتے ○ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ
نَذِیۡرًا ۙ وَّ لَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۱۹﴾ اے محمدؐ، اِن منکرین کی جہالت پر فکر مند نہ
ہوں، بلاشبہ ہم نے آپ کو پیغامِ حق کے ساتھ آپ کی دعوت کو قبول کرنے والوں کے لیے
خوش خبری دینے والا اور منکرین کو عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اب جو لوگ جہنم سے

۱۲۰ عیسائی اور یہودی، دونوں ہی صریح شرک میں مبتلا ہوئے، نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود کے ایک گروہ نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، سبحان اللہ عما یشرکون، قرآن نے اِن دونوں گروہوں کو باوجود شرک میں مبتلا ہونے کے آخرت، رسالت اور کتب الٰہی پر کسی نہ کسی طور ایمان رکھنے کی وجہ سے مشرک نہیں بلکہ اہلِ کتاب کہا۔

رشتہ جوڑ چکے ہیں، ان کی طرف سے آپ ذمہ دار اور جواب دہ نہیں ہیں[121] ○

## یہود اور نصاریٰ ایمان نہیں لائیں گے

اہلِ کتاب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو مطمئن کیا جارہا ہے کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں [الا ماشاء اللہ]۔ جن لوگوں کو پہلے سے کتاب کا علم ہے اور اُس بنیاد پر اُن کا معاشی اور معاشرتی مقام متعین ہے اُن کے لیے اپنے مفادات کو قبول کر کے کسی اور کے پیچھے چلنا مشکل ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی یہ خواہش رہی کہ مسلمان اپنا دین چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کے ساتھ شامل ہو جائیں، اُن کی اس خواہش میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اِن یہود و نصاریٰ کے قبولِ اسلام کے لیے بے چین و بے قرار رہنے والے اے محمدؐ، یہودی اور عیسائی تم سے ہر گز راضی نہ ہوں گے، جب تک تم اِن کے دین کو اختیار نہ کر لو۔ لہٰذا اِن سے صاف کہہ دو کہ راہِ حق وہدایت تو بس وہی ہے جو اللہ نے مجھے عطا کی ہے۔ اگر ان اہلِ کتاب کی ہدایت کی طمع میں تم نے اُن کی خواہشات کی رعایت کی یا پیروی کی، باوجود اُس علم کے، جو تمھارے پاس آچکا ہے، تو جان لو کہ تمھیں اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار تمھارے لیے نہیں ہے ○ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اُسے کھلے ذہن کے ساتھ اپنے مفادات اور مزعومات کو ایک طرف رکھ کے اس طرح سمجھ کر پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے۔ وہ اس قرآن پر ایمان لے آتے ہیں[122]۔ اور جو

---

121 رسول اللہ ﷺ کو منکرین کے ایمان نہ لانے پر پریشان پا کر، خصوصاً اس فکر میں غلطاں پا کر کہ منکرین عجیب عجیب نشانیاں طلب کر رہے ہیں جو اُن کے بس میں نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کو تسلی دے رہے ہیں کہ آپؐ نے بات پہنچادی تو آپؐ نے حقِ رسالت ادا کر دیا، اب آپؐ پریشان و متفکر نہ ہوں، ان کی طرف سے آپؐ ذمہ دار و جواب دہ نہیں ہیں۔

اس قرآن کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کر رہے ہیں وہی اصل میں نقصان اُٹھانے والے ہیں ○ ۱۴۶
يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَ اَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ
﴿۱۲۲﴾ اے بنی اسرائیل ! یاد کرو میری وہ نعمت، جس سے [یعنی فراعین کی غلامی سے نجات اور
کھانے پینے کی عمدہ فراوانی اور آسمانی سائبان سے ] میں نے تمھیں نوازا تھا، اور یہ کہ میں نے تمھیں
دنیا کی تمام قوموں پر حکم رانی کی فضیلت دی تھی ○ وَ اتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ
شَيۡـًٔا وَّ لَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّ لَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ اور ڈرو
حشر کے اس دن سے، جب کوئی کسی کے ذرا بھی کام نہ آئے گا، اور نہ ہی شامتِ اعمال سے بچنے کے
لیے کسی سے کوئی جرمانہ یا فدیہ وصول کیا جائے گا، نہ ہی ظالموں کو کوئی شفاعت فائدہ دے گی اور
نہ دعوتِ حق کے انکاری مجرموں کو کہیں سے کوئی مدد پہنچ سکے گی ○ ۱۴۶

اِن آیات تک پہنچ کر اس سورہ مبارکہ میں بنو اسرائیل سے خطاب اپنے اختتام تک پہنچ جاتا ہے اگلے رکوع سے ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کی حیاتِ مبارکہ اور موت کے وقت وصیتوں کا تذکرہ ہے، بشمول تعمیر کعبہ کی روداد کے، اس بیان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد اسلام کے تابع فرمان تھے اور اِن میں آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆

۱۲۲ یہ اہلِ کتاب کے سلیم الطبع، حق پسند اور اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کا تذکرہ ہے جو تعداد و تناسب میں بہت کم ہیں، یہود میں بہت ہی کم اور نصاریٰ میں نسبتاً زیادہ۔ یہ لوگ جب تورات / انجیل کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے تو اِن کے دل قرآن کی حقانیت پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔